Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اَور دونوں جانب سے فائر بند ہو چکا تھا۔

"میں سردار ملمبند خان ہوں،" وہ اپنی بھاری، خرخراتی ہوائی آواز میں پکار کر بولا۔ "اِس سے پیشتر کہ ہماری خواتین تمُہارے ہاتھوں بے عزت ہوں، میں لڑ کر مرجانا پسند کروں گا۔"

سرفراز اُس کی بندوق کو دیکھ کر محظوظ ہو رہا تھا، اَور دِل میں توقع کر رہا تھا کہ یہ ٹوٹا پھوٹا سردار عورتوں اَور بچوں کو نکال کر میدانِ جنگ سے لے جانے کی تجویز پیش کرے گا، یا---- سب سے خوش کن توقع---- ہتھیار ڈالنے کی پیشکش کرے گا۔ ایک اَور مزاحیہ سا خیال اُس کے دل میں تھا کہ ابھی یہ شخص بندوق کی نالی کے نیچے نصب کیا ہوا گزالگ کرے گا، جیب سے بارود اَور باقی ماندہ سامان نکالے گا، اَور سامنے سے نالی کے اندر گز پھیر پھیر کر اِسے بھرنا شروع کرے گا۔ سرفراز گہرے اشتیاق سے کھڑا اُسے دیکھ رہا تھا کہ ایک اِنتہائی غیر متوقع حرکت اُس کے دیکھنے میں آئی۔ سردار نے دائیں بیساکھی اَور بائیں ٹانگ پہ اپنے آپ کا توازن کرکے، صرف بائیں ہاتھ میں اُس بھاری بندوق کو اُٹھایا اَور اُس کے دستے کو کندھے پہ جمالیا۔ اُس کی اُنگلی لبلبی پر تھی اور بندوق کا نشانہ ایک پشتے کی دیوار پہ تھا۔ سرفراز اپنے پشتے کے ایک سوراخ سے آنکھ لگائے ہُوئے تھا اَور اُسے یوں نظر آ رہا تھا جیسے وہ نالی پشتے کے ساتھ لگی تھی اَور اُس میں واضح لرزش تھی۔ بوڑھے سردار کا بازو بندوق کے بوجھ سے کپکپا رہا تھا۔ سرفراز کو محسوس ہوا کہ اُس کے ساتھ بیٹھا ہوا مشین گنر سردار کو گولی مارنے والا تھا۔ اُس نے گنر کے بازو پہ ہاتھ رکھ کر رُکنے کا اِشارہ کیا۔ سرفراز کو یقین نہ آ رہا تھا وہ شخص اِس مضحکہ خیز بندوق کو چلائے گا۔ مگر یکایک سردار نے لبلبی دبا دی۔ اُس عجیب و غریب ہتھیار سے اِس قدر بلند دھماکہ ہوا جیسے کوئی چھوٹی موٹی توپ داغی گئی ہو، اَور اُس کی نالی سے اُسی مقدار میں شعلہ اَور دُھواں برآمد ہوا۔ فائر کے دھچکے سے نالی لپک کر اُوپر کو اُٹھی اَور گولی کے بجائے اپنے نشانے سے کوئی دو فٹ اُوپر دیوار کے پتھروں پہ آکر لگے۔ اس کے دھکے سے بوڑھا سردار پیچھے کو لڑکھڑایا، مگر اُس نے بندوق پھینک کر دُوسری بیساکھی کو جو اُس کی بغل میں پھنسی تھی، قبضے میں کیا اور دونوں کی مدد سے اپنے آپ کو گرنے سے بچالیا۔ سرفراز کا ہاتھ ابھی تک اپنے گنر کے بازو پہ رکھا تھا جو خاموشی سے سوراخ میں دیکھ رہا تھا۔ اُسی وقت تیسری جگہ پر نصب مشین گن

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے ایک برسٹ نِکلا اَور سردار بری طرح لڑکھڑاتا ہوا زمین پہ جا گرا۔ اُس کے بھاری جسم نے زمین پہ دو کروٹیں لیں، ناکارہ ٹانگ ایک بار ہوا میں اُٹھی جس سے اُس کا پائنچہ پھسل کر گھٹنے تک جا چڑھا، پھر وہ ساکت ہو گیا۔

"ڈیم----" سرفراز چیخا "ڈیم----" وہ اُٹھا اَور پتھر کی بے در دیوار کی جانب رُخ کر کے کھڑا ہو گیا۔

اب جوابی فائر تڑاتڑ آنا شروع ہو گیا تھا، جیسے دشمن نے اپنا گولی بارود ایک ہی وار میں ختم کرنے کا ارادہ کر لیا ہو۔ اِدھر سے مشین گنوں کے دہانے بھی کھل گئے۔ فضا بارود کے دھوئیں اَور گرد کے غبار کی بو سے بھری، چھوٹے بڑے دھماکوں سے لرز رہی تھی۔ کوئی بندہ بشر اب دکھائی نہ دیتا تھا۔ دونوں جانب کی گولیاں صرف پتھروں سے ٹکرا کر اِدھر اُدھر سے اُڑ رہی تھیں یا مٹی کی دیواروں میں دھنسی جا رہی تھیں۔ بیچ بیچ میں جانیں تلف ہو رہی تھیں۔ سرفراز اِس عالم میں خاموش کھڑا دیوار کو تکے جا رہا تھا، جیسے اُس کا اِس کاروائی سے براہ راست کوئی سروکار نہ ہو۔ اُس کے سب آدمی احکامات کے مطابق اپنا اپنا فرض ادا کر رہے تھے۔ صرف سرفراز کے سامنے ابھی تک بوڑھے سردار کی اُس ٹانگ کا منظر تھا جو ایک لمحے کو ہوا میں اُٹھی اَور پھر گر گئی تھی مگر سرفراز کی نظر میں وہیں کی وہیں کھڑی تھی۔ یہ ٹانگ ٹخنے سے لے کر گھٹنے تک سوج کر کپاسی بن چکی تھی اَور دیکھتے دیکھتے ہی اُس ٹانگ میں تبدیل ہو گئی جو سرفراز نے اپنے گھر میں اعجاز کے دھڑ پہ دیکھی تھی۔

یہ میدان کار زار تین گھنٹے تک گرم رہ کر آخر فوج کی فتح میں انجام کو پہنچا۔ باہر میدان میں، گھروں کے اندر اَور مسجد میں کل پینتیس پراری مارے گئے، باقیوں نے ہتھیار پھینک دیئے۔ ستر سے زائد کی گرفتاری عمل میں آئی، سات فوجی جوان کام آئے، اسلحہ بارود کا کوئی ذخیرہ برآمد نہ ہوا۔ "آپریشن ماؤنٹین گوٹ" کامیابی سے ہمکنار ہوا۔ چوبیس گھنٹے کے بعد یونٹ خضدار میں بریگیڈ ہیڈکوارٹر پہنچ چکی تھی۔

سرفراز کا بٹالین کمانڈر لفٹننٹ کرنل اِسلام الدین میس میں میز کے گرد چند جونیئر افسروں کو لِئے بیٹھا تھا۔ ڈِنر ختم ہو چکا تھا۔ مشن کامیابی سے مکمل ہو جانے کے ماحول میں خوش گپیاں ہو رہی تھیں۔ سرفراز نے اُن میں کوئی حصہ نہ لیا تھا۔ وہ خاموشی سے کھانا ختم کر کے "ایکسکیوزمی" کہتا ہوا اُٹھ گیا۔ کرنل اِسلام الدین اپنے ٹُو او۔ سی۔ کو میس سے باہر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جاتے دیکھتا رہا۔ کچھ دیر کے لِئے خاموشی ہو گئی۔

"میجر سرفراز شاید میجر اشرف سے ملنے گئے ہوں گے،" کیپٹن اِسرار نے کہا۔

"میجر اشرف؟" کرنل اِسلام نے سوال کیا "وہ آرٹلری والا؟ ہاں، آئی نو، سرفراز کا بیچ میٹ ہے۔ مگر اُس کی یونٹ تو کوئٹہ میں ہے۔"

"آج صبح اُنہیں دیکھا تھا،" کیپٹن اِسرار نے کہا۔

بات ختم ہو گئی۔ گفتگو دوبارہ شُروع ہُوئی۔ سرفراز پانچ سات مِنٹ تک اِدھر اُدھر چل پھر کر ایک جگہ پہ رُک گیا۔ شرفی دِن کے وقت اُس سے مِل کر واپس جا چکا تھا۔ سرفراز فیصلہ نہ کر پا رہا تھا کہ دِن کو خیرباد کہہ کر اپنے بستر پہ جائے یا کہ واپس میس میں۔ رات ابھی ٹھیک سے شُروع بھی نہ ہُوئی تھی اَور نیند کا اُس کے آس پاس نام و نشان تک نہ تھا۔ آخر اُس نے کچھ دیر کے لِئے واپس میس میں جانے کا ارادہ کر لیا۔ وہ چند قدم جو سرفراز چل کر میس تک گیا اُنہوں نے اُس کی تقدیر بدل دی۔

میس میں داخل ہو کر سرفراز نے چاروں طرف دیکھا۔ کسی میز کے گرد سیٹ خالی نہ تھی، سوائے اُس کرسی کے جہاں سے وہ اُٹھ کر گیا تھا۔ مجبوراً اُسے جا کر وہیں پہ بیٹھنا پڑا۔ لوگ قہقہے لگا رہے تھے۔

"کیوں بھئی، ہوا کھا آئے؟" کرنل نے خوشدلی سے پُوچھا۔

"جی ہاں، سر،" سرفراز نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"سر وہ قِصّہ تو سنائیں،" کسی نے کرنل سے کہا۔

"کونسا قِصّہ؟"

"وہ جو سیکنڈ ورلڈ وار کا آپ سنانے لگے تھے۔"

"ہاں، انگریزوں کی فوج کا قِصّہ ہے۔ سیکنڈ ورلڈ وار کا نہیں، گریٹ وار کا ہے۔ بیٹل فیلڈ میں ایک ٹرینچ کے اندر دو افسر ایک دُوسرے کے سامنے آ گئے۔ ٹرینچ تنگ تھی، اُن میں سے ایک کو راستہ دینا پڑتا تھا۔ مگر دونوں میں سے کوئی راستہ دینے کو تیار نہ تھا، ایک دُوسرے کے سامنے ڈٹ کر کھڑے رہے۔ آخر ایک نے پُوچھا، "ہو آر یو؟" دوسرے نے جواب دیا، "آئی ایم کیپٹن وائی کاؤنٹ لنکن آف دی لائف گارڈز۔ ہو آر یو؟" پہلا بولا، "آئی ایم میجر لارڈ لیوٹن آف دی گرینیڈیئر گارڈز اَینڈ آئی بیٹ یو آن آل

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھری کاؤنٹس۔ گیٹ آؤٹ آف مائی وے۔"

میز کے گرد دوبارہ قہقہے بلند ہوئے۔ سرفراز نے یہ لطیفہ سن رکھا تھا۔ وہ آہستہ سے مسکرا دیا۔

"یو سی،" کرنل بولا، "دس اِز ہاؤ رجمنٹس آرمیڈ۔"

"ٹرو سر، ویری ٹرو،" ایک کیپٹن بولا۔

"کیا بات ہے سرفراز،" کرنل اسلام الدین نے اچانک پوچھا۔ "تم کچھ خاموش دِکھائی دے رہے ہو۔ اِز ایوری تھنگ آل رائٹ؟"

"اِٹس آل رائٹ سر،" سرفراز نے جواب دیا۔

"یو وانٹ تو پیک ٹومی اِن پرائیویٹ؟"

"نہیں سر، کوئی بات نہیں۔"

"تم پہلے ایکشن تو دیکھ چکے ہو ناء؟"

"سر؟" سرفراز نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے پوچھا۔

"اِیسٹ پاکستان میں۔۔۔۔"

جیسے ہی کرنل نے یہ کہا سرفراز کا پارہ چڑھنا شروع ہو گیا۔

"ہاں سر، دیکھ چکا ہوں۔ مگر میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔"

"نیور مائینڈ،" کرنل بولا۔ "میں سمجھا شاید کل کے ایکشن نے تمہیں اَپ سیٹ کر دیا ہو۔"

"آپ سیٹ کرنے والا تو تھا،" سرفراز بدلی ہوئی آواز میں بولا، جسے کرنل نے، اور دوسرے سننے والوں نے بھی محسوس کیا۔

"کس لحاظ سے؟" کرنل نے پوچھا۔

"اُس بوڑھے آدمی کو شوٹ کرنا غیر ضروری تھا،" سرفراز نے کہا۔

"وہ تو اُن کا لیڈر تھا۔ سردار تھا۔ تم اِس علاقے کے قبائیلیوں کو نہیں جانتے۔ اِن کا سردار ہر لحاظ سے اِن کا کمانڈر ہوتا ہے۔"

"مگر اُس کمانڈر نے تو بندوق ہی پھینک دی تھی۔ اُسے ختم کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ڈی مورلائیز کرنے کے لِئے یہ ٹیکٹک ضروری تھا۔ حیرت ہے سرفراز کہ تُم ایک ایسی بات کر رہے ہو جو ابتدائی مینو ئلز میں پڑھائی جاتی ہے۔"

"آپ کے مینو ئلز کی وجہ سے تو ہمارا نقصان ہوا ہے۔"

"کیسا نقصان؟"

"ہمارے جو سات سولجرز کا لاس ہوا ہے اُن میں سے تین اُس حملے میں مارے گئے جو سردار کے مرنے کے بعد دشمن کی طرف سے ہوا۔"

"ٹھیک ہے، ٹروپس لاس جنگ میں سٹریٹجک کیلکولیشن ہوتی ہے۔ اگر اُس بڈھے کو ختم نہ کرتے تو اِس وقت تک ہم وہیں بیٹھے ہوتے اَور دشمن کبھی سرنڈر نہ کرتا۔"

"سر،" ایک لفٹننٹ بولا، "اُس سردار کی اٹھارویں صدی کی رائفل دیکھ کر میری ہنسی نِکل گئی۔"

"شٹ اپ،" سرفراز نے طیش میں لفٹیننٹ سے کہا۔

کرنل اُٹھ کھڑا ہوا۔ "آئی تھنک دَیٹ از اِینف جنٹلمین۔" وہ بولا۔ "سرفراز، آئی وانٹ تو ہیو اے ورڈ وِد یو۔"

"آئی ڈونٹ وانٹ تو ہیو اے ورڈ وِد اَینی باڈی رائٹ ناؤ،" سرفراز نے غصے میں کہا۔

دفعتاً سرفراز کی آنکھوں کے آگے چند لمحے کے لِئے اندھیرا چھا گیا جیسے خون کا دباؤ اُس کی پتلیوں کو چڑھ آیا ہو۔ اِس اندھیرے میں اُسے صرف سردار کی سوجی ہوئی ٹانگ ہوا میں ڈنڈے کی طرح اُٹھی ہُوئی، اَور پھر اعجاز کی ٹانگ کی شکل اختیار کرتی ہُوئی دکھائی دے رہی تھی، حتیٰ کہ سردار کی اپنی شکل اعجاز کی صورت میں بدل گئی۔ سرفراز اِس تاریکی سے نِکلنے کے لِئے ہاتھ پاؤں چلا رہا تھا۔

جب اُس کی آنکھوں میں روشنی لوٹ کے آئی کرنل اِسلام الدین کرسی پہ گرا پڑا تھا اَور سرفراز اُس کے اُوپر جھکا اُسے گریبان سے پکڑ کر جھنجوڑ رہا تھا۔ "تُم اپنے ہی آدمیوں کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہو؟" سرفراز نے اپنے آپ کو چیخ کر بولتے ہوئے سنا۔ میس میں موجود سارے کے سارے لوگ اُن کے گرد جمع تھے۔ وہ سرفراز کو کھینچ کر کرنل سے جدا کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چند مِنٹ کی کشمکش کے بعد وہ سرفراز کو پکڑ کر میس سے باہر لے جانے میں کامیاب ہو گئے۔ اُس وقت تک سرفراز ہوش میں آ چکا تھا اور دُوسرے افسروں کے ہمراہ خاموشی سے بے مزاحمت چلا جا رہا تھا۔ اُس کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ اُس نے کیا کیا ہے۔

رات کے بارہ بجے کے قریب سرفراز کو گرفتار کر لیا گیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

باب 22

سرفراز کا سارا اندرونی زہر ایک ہی ہلے میں خارج ہو چکا تھا۔ اُسے رات بھر نیند نہ آئی، مگر ایک عجیب طمانیت کی کیفیت اُس پہ طاری رہی۔ اُس کے خیال میں یہ ڈِسپلنری ایکشن، اَور اِنتہائی صورت میں کورٹ مارشل کا کیس ہو سکتا تھا۔ مگر خلاف توقع، اگلی صبح اُسے ایف آئی ٹی (فیلڈ اِنٹیروگیشن ٹیم) کے سپرد کر دیا گیا۔ ایف آئی ٹی کا کمانڈر میجر نواز کھوکھر تھا۔ اکیڈمی سے نِکلنے کے بعد پہلی بار سرفراز کا نواز کھوکھر سے سامنا ہوا تھا۔

نواز کھوکھر کی ظاہری شکل و صورت میں ان آٹھ برسوں کے اندر بہت کم فرق آیا تھا۔ وہی گول مٹول، بڑی بڑی آنکھوں والا بچوں کا سا چہرہ، وہی بھاری کولہے اَور ہلکی سی مٹکتی ہُوئی چال۔ صرف اُس کی جلد میں کھردراپن اَور پیلاہٹ آ گئی تھی اَور ٹھوڑی پہ چند بالوں کا اضافہ ہوا تھا۔ اُس کی مسکراہٹ میں اعتماد آ گیا تھا۔

"ہلو سر،" وہ 'سر' پہ زور دے کر بولا۔

سرفراز ایک چھوٹے سے کمرے میں ایک کرسی پہ بیٹھا تھا۔ کمرے میں ایک دوسری کرسی اَور ایک میز تھی۔ کمرے کا فرش اَور دیواریں ننگی تھیں۔

"ہلو نواز،" سرفراز نے جواب میں مسکراتے ہُوئے کہا۔

"بھئی یہاں کیسے آ پہنچے،" نواز نے کہا۔

سرفراز نے محسوس کیا نواز کھوکھر اب اُسے برابری کی سطح پر مخاطب کر رہا تھا۔

"بس دیکھ لو،" سرفراز نے کہا۔ "تُم سے اِن حالات میں ملاقات کی توقع نہ تھی۔"

"سیم ہیئر،" نواز نے کہا۔ "بٹ ڈِیوٹی از ڈیوٹی۔ اَینڈ دِس" وہ سرفراز کے سامنے کرسی پر بیٹھتا ہوا بولا، "اِز وہیئر اِٹ سٹارٹس۔"

سرفراز اطمینان سے نظر جمائے اُسے دیکھتا رہا۔

"دیکھو بھئی سرفراز،" نواز نے دونوں ہاتھ میز پہ رکھتے ہُوئے کہا۔ "ہم اولڈ کولیگز ہیں، مگر اِس وقت ہم آپوزِٹ سائیڈز پر ہیں۔ اِس لِئے میں صاف صاف بات کرونگا۔ دو طریقے ہیں۔ یا تو تُم سچ سچ ساری بات بتا دو، یا پھر ہم اپنی ڈیوٹی ادا کریں گے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

یہ سب تمہارے اپنے ہاتھ میں ہے۔"

سرفراز اُس کے انداز سے ذرا چونکا۔ اُس نے پُوچھنا چاہا، کیا ڈیوٹی دو گے؟ مگر رُک گیا۔ اُس کے دِل میں غصہ تھا، مگر اُس کے اندر جو ایک گہرے اطمینان کا بنیادی پتھر تھا، اُس میں کوئی ہل جل نہ ہُوئی تھی۔

آخر اُس نے پُوچھا۔ "سچ سچ سے تُمہارا کیا مطلب ہے؟ میں کرنل اِسلام کی کسی بات سے اَپ سیٹ ہو گیا تھا۔ یہی ساری بات ہے۔"

"کس بات سے اَپ سیٹ ہو گئے تھے؟"

"میرے تین سولجر ناجائز مارے گئے تھے اَور کرنل نے اِس پہ افسوس کرنے کی بجائے کہا کہ یہ،" سرفراز زور دے کر بولا، "سٹریٹجک کیلکولیشن کا معاملہ تھا۔ میری جگہ پر اگر تم بھی ہوتے۔۔۔۔" سرفراز رُک گیا۔ نواز کی آنکھوں کا تاثر دیکھ کر اُسے خیال آیا کہ نواز کی مسکراہٹ میں اُس نے جو اعتماد کا تصور کیا تھا وہ دراصل مکاری کی نشانی تھی، جو اب آہستہ آہستہ عیاں ہوتی جا رہی تھی۔ وہ بات بدل کر بولا، "بس میں آؤٹ آف کنٹرول ہو گیا تھا۔ اُس وقت مجھے کچھ علم نہیں تھا کہ میں کیا کر رہا ہوں۔ آئی ایم سوری۔"

"تمہارا اوفینس سوری کرنے سے ذرا سا بڑا ہے،" نواز طنزیہ مسکراہٹ سے بولا۔ "بہرحال، میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ میں کوئی اَور بات کر رہا ہُوں۔"

"کیا بات کر رہے ہو؟"

نواز کھوکھر کہنیاں میز پہ رکھے، سر جھکا کر ماتھے پر آہستہ آہستہ ہاتھ پھیرنے لگا، جیسے کسی سوچ میں ہو۔ پھر اُسی انداز میں سر اُٹھائے بغیر بولا، "تمہاری سٹوری اِنڈیا سے شُروع ہوتی ہے۔"

"اِنڈیا سے؟" سرفراز نے حیرت سے پُوچھا۔

"پی او ڈبلیو کیمپ میں گارڈ ستونت سنگھ سے تُمہاری گہری چھنتی تھی۔"

"کیا مطلب؟ ہم پی او ڈبلیو تھے، وہ گارڈ تھا، گہری کیسے چھن سکتی تھی؟"

"وہ خاص طور پہ تُمہاری ریکوائیرمنٹ پر اخبارات لا کر مہیا کرتا تھا۔"

سرفراز بے ساختہ ہنس پڑا۔ "یہ تُم کیا بات کر رہے ہو؟ میں نے کبھی اُسے یا کسی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اَور گارڈ کو کسی چیز کی کوئی ریکوائرمنٹ نہیں دی۔ اخبارات سب کے لِئے آتے تھے۔ ظاہر ہے کہ چن کر وہی اخبارات بھیجے جاتے تھے جن میں پاکستان کے خلاف پروپیگنڈا ہوتا تھا۔"

"حوالدار ستونت سنگھ نے تُمہارا پیغام کیمپ کے میجر ست پال ٹھاکر کو پہنچایا تھا، اَور میجر ست پال نے تُمہاری ملاقات ریڈ کراس کے ایک افسر سے کرائی تھی۔"

"یہ بالکل غلط ہے۔ میں نے کسی ریڈ کراس کے آدمی سے علیحدگی میں ملاقات نہیں کی۔ ریڈ کراس کی ٹیم نے خُود ہمارے کوارٹرز کا دورہ کیا تھا۔ ہمارا ایک گروپ اُن سے مطالبات کے سلسلے میں ملا تھا، جس کے نتیجے کے طور پر ہمارے کوارٹروں میں پنکھے لگے تھے۔ اس گروپ میں کیپٹن فاروق۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"یس یس،" نواز کھوکھر ہاتھ اُٹھا کر بولا، "وی نو ہو واز اِن دی گروپ۔ وہ تندور ایسکیپ کی جو مخبری ہُوئی تھی وہ ستونت سنگھ کے ذریعے ہُوئی تھی۔"

"ہمیں اِس کی کوئی خبر نہیں۔ تُمہارے پاس اِس کا کیا سورس ہے؟"

"ہماری معلومات کے کئی مختلف سورسز ہیں،" نواز بولا۔ "ستونت سنگھ سے صرف تمہارے رابطے کا ثبوت ملتا ہے۔"

"کیا ثبوت ہے؟"

"یہ بعد کی بات ہے۔ پہلے پری لِمنریز کا فیصلہ ہو جائے۔"

"تو تُمہارے خیال میں کیا میں نے خُود ہی مخبری کر کے سزا کاٹنے کا بندوبست کیا تھا؟ ہم لوگوں نے سزا کاٹی تھی۔ تُمہیں کیا خبر ہے؟ تُم تو یہاں آرام سے بیٹھ کر اپنی،" سرفراز زور دے کر بولا، "انٹیلجنس، چلاتے رہے۔ اَور اب تُمہارا خیال ہے کہ میں نے اپنے ہی پاؤں پر کلہاڑی ماری تھی؟"

"وسیع تر مقاصد کی خاطر تاریخ میں اَیسے واقعات لوگوں کے ہاتھوں ہو چکے ہیں۔"

"تاریخ! تُمہیں تاریخ کا کیا پتا ہے؟ میں تُمہارے ساتھ کوئی بات کرنے کو تیار نہیں ہُوں۔ جو مرضی ہو کرتے رہو۔"

اُن کا پہلا سیشن اِس مقام پہ ختم ہوا۔ سرفراز اپنے آپ پہ قابو رکھنے میں کامیاب رہا تھا۔ چوبیس گھنٹے تک کسی نے اُس کے ساتھ رابطہ نہ کیا۔ گارڈ کے اندر اُسے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

باقاعدہ آفیسرز میس سے کھانا دیا جاتا رہا۔ اگلے روز دوپہر کے وقت نواز کھوکھر پھر آ موجود ہوا۔ آتے ہی اُس نے پہلے روز کی طرز پہ سوالات کی بوچھاڑ کر دی۔ ایک نیا حربہ اُس نے یہ اپنایا کہ ایک ہی سانس میں تین تین مختلف سوال تابڑ توڑ کرنے لگا، جیسے کہ وہ سرفراز کو درہم برہم کرنا چاہتا ہو، گو ابھی وہ براہ راست الزام تراشی سے اجتناب برت رہا تھا۔ سرفراز ابھی تک اطمینان کی حالت میں تھا، گو وہ دِل میں نواز کی مہارت کا معترف ہُوئے بغیر نہ رہ سکا۔ اُس نے جوابی حکمت عملی یوں اختیار کی کہ اپنے جواب مختصر سے مختصر کرتا چلا گیا۔ اُسے علم تھا کہ نواز---- جنگی اصطلاح میں---- توپخانے کا کام کر رہا تھا، تاکہ "دشمن" اَور اُس کی زمین کو بھرپور حملے کے لِئے سازگار بنایا جا سکے۔ اِس کا تدارک سرفراز کے علم میں یہی تھا کہ نیم خاموشی میں پناہ لی جائے، تاکہ اپنا نقصان بھی محدود ہو اَور وقتاً فوقتاً ایک آدھ فائر کر دینے سے اپنی موجودگی اَور جنگ جاری رکھنے کے عزم کا پتا بھی پہنچایا جاتا رہے۔ دُوسرا روز بھی اِسی طرح گزر گیا۔ نواز اپنے حربے کارگر نہ ہوتے دیکھ کر اب اپنی روش سے کچھ اُکھڑنا شروع ہو گیا تھا۔ چنانچہ تیسرے روز نہایت نرمی سے بات شروع کرنے کے کچھ دیر بعد اُس نے اچانک پینترا بدلا۔

"ہماری رپورٹ کے مطابق تُم اِنڈیا سے برین واش ہو کر آئے ہو، اَور تمہارا مشن پاک آرمی کے مورال کو سب ورٹ کرنا ہے۔"

سرفراز اِس مُنہ در مُنہ حملے کے لِئے تیار نہ تھا۔ وہ کچھ دیر تک آنکھیں پھاڑے نواز کو دیکھتا رہا۔ اُسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ وہی نواز کھوکھر تھا جس کے ساتھ چھ سات برس پہلے پی ایم اے میں اُس کی واقفیت ہُوئی تھی، اَور جس کی ایک موقع پر اُس نے مدد بھی کی تھی، گو اس واقعہ کی تفصیل وہ بھول چکا تھا۔ ضبط کی کوشش کے باوجود اب غصہ سرفراز کے سر کو چڑھنے لگا تھا۔

"یہ مجھ سے کہہ رہے ہو جس نے جنگ لڑی ہے اَور قید کاٹی ہے؟" اُس نے کہا۔

"قید کاٹنے والے ہی اَیسے کام کرتے ہیں۔ جو آرام سے زِندگی بسر کر رہے ہوں اُن کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ اِس قسم کا رِسک لیں۔"

"اِنڈیا میں، میں کبھی قید تنہائی میں نہیں تھا" سرفراز نے کہا۔ "میرے ساتھی وہاں پر میرے کانڈکٹ کی گواہی دے سکتے ہیں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"جو عرصہ تُم نے ہسپتال میں گزارا اُس دوران تُمہاری رپورٹ ڈاوٹ فُل ہے۔"

"ابھی تو تُم بڑے یقین سے کہہ رہے تھے کہ میں برین واش ہو کر آیا ہوں، اب تُم ڈاوٹ فل پر آ گئے ہو۔ اَور ہسپتال میں ستونت سنگھ کہاں تھا؟"

نواز اپنی بات سے صرف ایک لحظے کو تھڑکا اَور فوراً سنبھل گیا۔

"ڈی بریفنگ،" وہ مختصراً بولا۔

"ڈی بریفنگ؟ واٹ ڈی بریفنگ؟ کیا اُوٹ پٹانگ باتیں کر رہے ہو؟ ڈی بریفنگ سے کلیئر ہوئے مجھ آٹھ ماہ ہو چکے ہیں۔"

"تمہاری ڈی بریفنگ رپورٹ میں سب کچھ موجود ہے۔ اِنٹیلیجنس۔"

"کونسی اِنٹیلیجنس؟ تُمہاری سوکالڈ انٹیلیجنس جس نے سب کا بیڑا غرق کیا؟ اُدھر وہاں کا بھٹہ بٹھایا، اِدھر اپنے لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکی؟ یو اَینڈ یور بلڈی اِنٹیلیجنس۔"

"یہ تو آہستہ آہستہ پتا چلے گا کہ کیا ہوا۔ یہی پتا چلانا ہمارا کام ہے۔"

"تو اِسی جھوٹ کو سچ کر کے دکھانے کا 'کام' تُمہیں سونپا گیا ہے؟ میں تُمہارے ساتھ کوئی بات نہیں کرنا چاہتا" سرفراز تیزی سے بولا، "میں جنرل ایڈووکیٹ سے رابطہ کرنا چاہتا ہوں، تاکہ تُمہارے جیسے جانوروں سے میرا چھٹکارا کرایا جائے۔ یہ میرا رائٹ ہے۔ ڈپارٹمنٹل انکوائری کے بعد اگر میں قصور وار ثابت ہوجاؤں تو میرا کورٹ مارشل کیا جائے۔ مُجھے ایف آی ٹی کے حوالے کیوں کیا گیا ہے؟"

"پہلے تو اِس کا فیصلہ میں کرونگا" نواز کھوکھر مسکرا کر بولا۔

یوں تیسرا دِن بھی ختم ہوا۔ چوتھے روز معاملہ آخر حد کو پہنچ گیا۔ سب سے پہلے لنچ میں تاخیر ہُوئی۔ سرفراز نے پچھلے دو وقت سے کچھ نہ کھایا تھا۔ رات کو بھی دو نوالے لے کر چھوڑ دیا تھا، اَور صبح کو آدھی پیالی چائے پی کر باقی ناشتہ واپس بھیج دیا تھا۔ اب اُس کے معدے میں خوراک کی مانگ پیدا ہو چکی تھی۔ ایک بجے اُسے بھوک کی طلب پیدا ہُوئی۔ دو بجے اُس کی انتڑیاں مروڑ کھانے لگیں۔ ایک آدھ بار اُس نے سوچا کہ گارڈ سے معلوم کرے، مگر عزت نفس اُس کے آڑے آ گئی۔ تین بجے وقت گزر گیا۔ بھوک معدوم ہو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گئی- وہ دو کھیسوں والی چارپائی پہ، جس پہ وہ سوتا تھا، جا کر لیٹ گیا- وہ ہلکی غنودگی کے عالم میں تھا کہ نواز کھوکھر آ پہنچا- سرفراز نے آنکھیں کھولیں مگر لیٹا رہا-

"لنچ کر لیا؟" نواز نے پُوچھا- اُس کے چہرے پہ دو متضاد عنصر آپس میں جنگ کرتے ہوئے معلوم ہوتے تھے---- بچوں کی سی معصومیت، اَور مکاری بھری مسکراہٹ- سرفراز نے اُس کی طرف دیکھ کر آنکھیں پھیر لیں- کوئی جواب نہ پا کر نواز کرسی پہ جم کر بیٹھ گیا-

"بھئی بات یہ ہے،" نواز نے بات شُروع کی، "کہ اب تک جو باتیں ہُوئی ہیں وہ محض اضافی تھیں- درحقیقت ہم پچھلے کئی مہینے سے تُمہیں واچ کر رہے تھے-"

سرفراز چپکا لیٹا رہا-

نواز نے ایک مِنٹ اِنتظار کیا، پھر بولا، "جو تُم بار بار چھٹیاں لے کر گھر کا رستہ لیتے رہے ہو، یہ کیا قِصّہ ہے؟"

سرفراز یکایک اُٹھ کر چارپائی پہ بیٹھ گیا- اُس کے دِل سے کئی خیال ایک ساتھ گزرے- "کیا مطلب ہے؟" وہ بولا، "تُم گھر نہیں جاتے؟ یا تُمہارا کوئی گھر ہی نہیں ہے؟"

"لیکن میرے گھر میں ملک کا کوئی غدار نہیں ہے-"

"کیا بکواس کر رہے ہو- صاف صاف بات کرو-"

"میرے خیال میں تُمہیں سب علم ہے کہ میں کیا کہہ رہا ہُوں- تُم خُود ہی بتا دو-"

"میرے پاس تُمہیں بتانے کے لِئے کچھ نہیں ہے-" سرفراز چارپائی سے اُٹھ کھڑا ہوا- "جاؤ کسی اَور سے بات کرو- میں جنرل ایڈووکیٹ کو خط بھیجنے کا حق ڈیمانڈ کرتا ہُوں-"

"تمہارے بھائی کے قبضے میں آرمی کا ایک ٹاپ کلاسیفائیڈ ڈاکومنٹ آیا ہے، جو اُس نے پبلک میں نشر کیا ہے-"

سرفراز اچنبھے کی حالت میں نواز کو دیکھتا رہا- وہ سوچ رہا تھا کہ وہ دستاویز کیا آرمی کی تھی جو اعجاز کے پاس تھی؟ کیا اسی وجہ سے اعجاز اُسے دکھانے سے اِنکار کرتا رہا تھا؟

سرفراز کو پہلی مرتبہ شدید عدم تحفظ کا احساس ہوا- "مجُھے کسی ڈاکومنٹ کا علم

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نہیں،" اُس نے کہا۔ "صرف یہ پتا ہے کہ میرے بھائی کو کچھ لوگ پکڑ کر لے گئے تھے اَور انٹیروگیٹ کرنے کے بہانے اُس پہ تشدد کرتے رہے، مگر کوئی ثبوت نہ ملنے پر چند روز کے بعد ناکام ہو گئے تھے۔ میرا بھائی گھر واپس آ گیا ہے۔"

"اُس کو یہ ڈاکومنٹ کس نے مہیا کیا ہے؟" نواز نے کہا جیسے کہ اُس نے سرفراز کی بات سنی ہی نہ ہو۔

"مجھے کسی ڈاکومنٹ کا کوئی علم نہیں،" سرفراز نے دُہرا کر کہا۔

"یہ ڈاکومنٹ اُسے صرف تمہارے ذریعے حاصل ہو سکتا ہے۔"

"میری آواز تمہیں سنائی نہیں دے رہی؟" سرفراز غصے سے بولا، "میں نہیں جانتا تم کیا واہی تباہی بک رہے ہو۔"

"تم نے کس ذریعے سے یہ اہم دستاویز چرا کر اپنے بھائی کے حوالے کی؟"

اب سرفراز اپنے آپ پہ قابو نہ رکھ سکا۔ نواز کا مقصد بھی یہی تھا۔ سرفراز دونوں ہاتھ میز پر رکھ کر جھکا اَور چیخ کر بولا، "میں نے کوئی دستاویز نہیں چرائی۔ میں نے اِس ملک کے دِفاع کے لِئے زخم کھائے ہیں۔ یہ دیکھ،" اُس نے قمیض کے بٹن کھول کر کندھا نگا کیا جہاں شانے سے لے کر کہنی تک ایک لمبا، بدنما داغ تھا۔ "تم نے کیا کیا ہے؟ ایسی غداری صرف تم جیسے---- تم جیسے----" سرفراز بولتے بولتے رُکا، جیسے مناسب لفظ کی تلاش میں ہو، "صرف تم جیسے بدقماش لوگ ہی کر سکتے ہیں۔"

نواز کھوکھر کا رنگ اچانک سرخ اَور پھر زرد پڑ گیا۔ اُس نے کرسی سے اُٹھ کر ایک طمانچہ سرفراز کے مُنہ پہ دے مارا۔ ایک لمحے کی تاخیر کئے بغیر سرفراز نے نواز کے فربہ گال پہ ایک زوردار جوابی چپت جڑ دیا۔ نواز لڑکھڑا گیا، پھر سنبھل کر تیز تیز قدم اُٹھاتا ہوا کمرے سے نِکل گیا۔

اُس کے جانے کے بعد فوراً ہی سرفراز کو صورتِ حال کی خرابی کا احساس ہوا۔ اُسے محسوس ہوا کہ نواز اُس کے ضبط کو توڑ کر آخر اپنی چال میں کامیاب ہو گیا تھا، اَور اب معاملات سرفراز کے ہاتھ سے نِکل گئے تھے۔ اُسے یہ بھی احساس ہوا کہ نواز اب ٹلنے والا نہیں، اَور جوابی حملے کے لِئے سرفراز کو تیار رہنا چاہئے۔ اُسے علم تھا کہ عملی طور پہ وہ کچھ کرنے سے قاصر تھا۔ اُس کے پاس دفاع کا ایک ہی حربہ تھا، کہ اپنے ضبط کو ہاتھ میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رکھے۔ نواز نے زیادہ دیر نہ لگائی۔ جب وہ کمرے میں لوٹا تو اُس کے ساتھ اُس کے عملے کے چار آدمی تھے، جن کے ہاتھوں میں رسے تھے۔ نواز کے اِشارے پر اُنہوں نے آگے بڑھ کر سختی سے سرفراز کو پکڑا اَور ایک ہی داؤ میں اُسے پیٹ کے بل زمین پہ لٹا دیا۔ پھر اُنہوں نے اِنتہائی تیزی کے ساتھ پہلے اُس کے ٹخنے سمیٹ کر دونوں پیر رسے سے کس کر باندھ دیئے، پھر ہاتھوں کو الگ الگ باندھنا شروع کیا۔ کلائیوں کے گرد بل دے کر رسوں کے دُوسرے سروں کو چارپائی کے دو پایوں کے ساتھ گانٹھ دے دی گئی۔ اس کے بعد دو آدمی چارپائی پہ بیٹھ گئے تاکہ وہ کھسکنے نہ پائے۔ اب سرفراز سیدھی ٹانگوں اَور پھیلے ہُوئے بازوؤں کے ساتھ بندھا بندھایا اوندھے مُنہ زمین پہ پڑا تھا، اَور اُس کے کپڑے کھینچ کر ساری پیٹھ کو ننگا کر دیا گیا تھا۔ اِس ساری کاروائی کے دوران سرفراز کی جانب سے کوئی مزاحمت نہ ہُوئی تھی۔ اِرادے کی اِنتہائی قوت کے زور پہ وہ اپنے آپ کو اِس کیفیت تک لے آیا تھا کہ جیسے یہ کارگزاری اُس کے ساتھ نہیں بلکہ کسی اَور کے ساتھ پیش آ رہی ہو۔ وہ ایک گال سیمنٹ کے فرش پہ رکھے دیوار کو دیکھ رہا تھا، اَور اُس کے دِل میں ایک عجیب سی ٹھہری ہوئی فضا تھی، جیسے کہ وہ ایک عرصے سے اِس سزا اَور لمحے کا منتظر ہو اَور وہ وقت اب آخر آ پہنچا ہو۔ پھر ایک انوکھا واقعہ ہوا۔ سامنے والی دیوار اُس کے آنکھوں کے عین قریب آ کھڑی ہوئی اَور اُس پہ مختلف نقش و نگار اُبھرنے لگے۔ سرفراز کے جسم میں سنسنی دوڑ گئی۔ ایک مدت سے اُسے یہ علم تھا کہ اُس کی نظر کی یہ قوت، جو بچپن سے اُس کے اختیار میں تھی، کھو چکی تھی۔ کسی مقام پہ پہنچ کر یہ قوت زائل ہونا شُروع ہو گئی تھی اَور آہستہ آہستہ اُس کے ہاتھ سے نِکل گئی تھی۔ آج اتنے عرصے کے بعد سرفراز نے اپنے اندر اُسے واپس لوٹتے ہُوئے محسوس کیا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اُس دیوار پہ لمبے چوڑے سرخ نشان نمایاں ہونے لگے، جیسے کہ ضربیں اُس کی جلد پہ نہیں بلکہ دیوار پہ پڑ رہی ہوں۔ ساتھ ہی ساتھ، درد کی جو لہریں اُٹھ رہی تھیں وہ باہر نِکل کر اُس کے لبوں تک آنے کی بجائے اندر ہی اندر کہیں جذب ہوتی جا رہی تھیں، یہاں تک کہ ایک موقع پر پہنچ کر سرفراز نے سوچنا شُروع کیا کہ وہ غالباً فی الحقیقت اِس سزا کا حقدار تھا، کہ ہر ضرب اُس کے بدن کو اُس زہر سے جو اس کے اندر پھیل چکا تھا پاک کرتی جا رہی تھی، اَور ہر ضرب اُس کی بے صوت و حرکت مزاحمت کے سامنے کڑی ہوتی جا رہی تھی۔ اِس سے آگے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مختصر سے عرصے کے لِئے ایک اَور موقعہ آیا جب سرفراز نے محسوس کیا کہ ہر ضرب اُسے واقعتاً لطف پہنچا رہی تھی۔

پھر اچانک یہ ساری کاروائی رُک گئی۔ باہر ایک جیپ کے آ کر رُکنے کی آواز آئی۔ نواز نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا اَور پلٹ کر آدمیوں کو ہاتھ سے اِشارہ کیا۔ چاروں آدمیوں نے جلد جلد سرفراز کے رسے کھولے، اُنہیں اپنی قمیضوں اَور جیبوں میں ٹھونسا اَور سرفراز کو اُٹھا کر چارپائی پہ پھینکا۔ پھر وہ نواز کے پیچھے پیچھے کمرے سے نِکل گئے۔

جب سرفراز ہوش میں آیا تو اُس کا دایاں ہاتھ سوجا ہوا تھا اَور کلائی سے خُون بہہ رہا تھا۔ اُسے اندازہ ہوا کہ ضربوں کی شدت کے درمیان وہ غیر ارادی طور پہ بندھے ہوئے ہاتھ کو کھینچ کھینچ کر زور مارتا رہا تھا، جس سے کھردرے رسے نے جلد کو کاٹ دیا تھا۔ اس کی ساری پیٹھ سے اب اصل درد کی ٹیسیں اُٹھ رہی تھیں۔ اُس نے بائیں ہاتھ اَور دانتوں کی مدد سے قمیص کے کنارے سے ایک پٹی پھاڑ کر کلائی پہ باندھی۔ پھر وہ پیٹھ کو آرام دینے کی غرض سے چارپائی پہ اُلٹا ہو کر لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اُسے غنودگی نے آ لیا۔

رات کا کھانا پہلے کی مانند میس سے لگ کر آیا۔ اُس کی بھوک لوٹ آئی تھی، مگر اُس سے کرسی پہ بیٹھا نہ جاتا تھا۔ کھڑے کھڑے اُس نے کھانا ختم کیا اَور دوبارہ چارپائی پر پیٹ کے بل لیٹ گیا۔ وہ اِس بات پہ متعجب تھا کہ اِس کے دِل میں نہ کوئی رنج تھا نہ غصہ، بلکہ اَیسی کیفیت تھی کہ جیسے اُسے دنیا جہان سے چھٹکارا حاصل ہو گیا ہو۔

اس کے بعد سرفراز نے نواز کھوکھر کی شکل نہ دیکھی۔ اگلے روز صبح سویرے اُسے اپنے کوارٹرز میں منتقل کر دیا گیا۔ اُس کا رینک اُس کے پاس رہنے دیا گیا، مگر اِ کے علاوہ یونٹ کا سارا کام اُس کے نمبر ٹو کو سونپ دیا گیا۔ چند روز کے بعد سرفراز نے وہاں جانا ہی چھوڑ دیا۔ وہ اپنے کمرے میں بیٹھا میس کی لائبریری سے کتابیں منگوا کر پڑھتا رہتا۔ میس میں جانے کی اُسے آزادی تھی، مگر وہاں پہ لوگ اُس کے ساتھ بیٹھنے اور باتیں کرنے سے کتراتے تھے۔ سب کو علم تھا کہ کیا کاروائی ہو رہی تھی۔ انکوائری جاری تھی، جس کے بعد فیصلہ کیا جانا تھا کہ اُسے "وہائیٹ" قرار دے کر بحالی میں لایا جائے، "بلیک" کر کے کورٹ مارشل منعقد کیا جائے، یا "گرے" سمجھ کر کوئی ایڈمنسٹریٹو ایکشن لیا جائے۔

تین چار روز تک سرفراز اَیسی حالت میں رہا کہ ہاتھ کا زخم دِکھانے پر جی کو مائل نہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کرسکا وہی میلے سے کھیس کے کنارے سے پھاڑی ہُوئی پٹی باندھ کر پھرتا رہا۔ ہاتھ بتدریج سوجتا چلا گیا۔ آخر جب درد حد سے بڑھ گیا تو وہ ڈاکٹر کے پاس گیا۔ ڈاکٹر نے پٹی کھول کر دیکھا تو زخم کی حالت بگڑ چکی تھی۔ اِنفیکشن کو روکنے کے لِئے ڈاکٹر نے پنسلین کے ٹیکوں کا کورس تجویز کیا اَور گلے میں سلنگ ڈال کر ہاتھ اُس میں لٹکا دیا۔ ہسپتال میں روزانہ ڈریسنگ ہوتی اَور ٹیکہ لگتا۔ زخم خشک ہونے لگا تھا، مگر ہاتھ کی سوجن کم نہ ہو رہی تھی اَور درد میں بہت آہستہ آہستہ کمی آ رہی تھی۔ ڈاکٹر نے بتایا کہ زخم کو مکمل طور پر دُرست ہونے میں چند ہفتے لگیں گے، اَور سوجن، پانی جمع ہو جانے کے سبب، شاید زیادہ عرصے تک رہے، مگر فکر کی بات نہیں، ہاتھ ٹھیک ہو جائے گا۔ اُس نے ہدایت کی کہ سلنگ میں ہاتھ کو لٹکائے رکھنا ضروری تھا۔

جوں جوں دِن گزرتے جا رہے تھے، سرفراز کی بحالی یا کورٹ مارشل کے اِنتہائی اقدام کا امکان کم ہوتا جا رہا تھا اَور "گرے" قرار دیئے جانے کی توقع بڑھتی جا رہی تھی۔ قریب قریب تمام افسر جو سرفراز کو جانتے تھے اَور دُوسری رجمنٹوں کے جو اس سے واقف بھی نہ تھے، اِس بات پہ خوش نظر آ رہے تھے۔ آخر اِن واقعات کے چوبیس دِن کے بعد سرفراز کو جی ایچ کیو سے خط وصول ہوا۔ خط ایڈمنسٹریشن برانچ سے آرمی چیف کے ملٹری سیکرٹری کی جانب سے تھا جس میں درج تھا کہ ایڈمنسٹریٹو ایکشن کی بنا پر میجر سرفراز کی خدمات کی ضرورت نہ رہی تھی، چنانچہ اُس کو پنشن اَور دُوسری سہولیات کے ساتھ، فوری طور پر برخاست کیا جا رہا تھا۔

اگلے روز سرفراز اپنا سامان باندھے جانے کے لِئے تیار کھڑا تھا۔ اُس نے ایک آخری نظر کمرے میں چاروں طرف دیکھا اَور باہر نِکل آیا۔ جیپ اُسے ریلوے سٹیشن پہ لے جانے کے لِئے کھڑی تھی۔ ڈرائیور نے اُسے سلام کیا اَور کوئی بات کئے بغیر جا کر جیپ میں اپنی سیٹ سنبھال لی۔ ایک سپاہی نے سرفراز کا سامان جیپ میں رکھا۔ سرفراز جیپ میں سوار ہو رہا تھا کہ ایک دُوسری جیپ تیزی سے آ کر رُکی۔ زمین پہ ٹائیروں کی رگڑ نے سرفراز کو متوجہ کیا۔

"ایم ایس،" شرفی نے سر نکال کر نعرہ نما آواز لگائی اَور اپنے مخصوص انداز میں چھلانگ لگا کر جیپ سے اُتر آیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہلو شرفی،" سرفراز نے جواب دیا۔ کئی روز کے بعد اُس کے چہرے پہ مسرت کے آثار پیدا ہُوئے۔

"مین نے کئی بار میس میں فون کیا، تُم نہیں ملے۔ مشکل سے ایک دِن کی چھٹی لے کر آیا ہوں،" شرفی نے سرفراز کے بائیں ہاتھ سے مصافحہ کیا۔ "معلوم ہوتا ہے عین وقت پہ پہنچا ہوں۔ آئی ہرڈ آل اباؤٹ اِٹ۔ آئی ایم سوری۔" پھر اُس نے سلنگ کے اندر ڈریسنگ میں لپٹے ہُوئے سرفراز کے ہاتھ کی جانب اشارہ کرکے پُوچھا، "کیا ہوا؟"

"چوٹ آ گئی تھی،" سرفراز نے مختصراً کہا۔

"لک، آئی ہرڈ سم ریومرز۔ آیف آئی ٹی والی خبر دُرست تھی؟"

سرفراز نے آہستہ سے اِثبات میں سر ہلا دیا۔ شرفی کے چہرے کا رنگ بدل گیا، جیسے اچانک اُسے ساری بات کھٹک گئی ہو۔ اُس نے دوبارہ اُنگلی سے سرفراز کے سوجے ہُوئے ہاتھ کی طرف اِشارہ کرکے ہکلاتے ہُوئے پُوچھا،

"دِس؟---دِس؟؟"

سرفراز خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا۔

"او مائی گاڈ--- دَیٹ باسٹرڈ!"

"شرفی، ڈونٹ گیٹ اِنوالوڈ اِن دِس۔ پلیز۔ اب گھر پہ ملاقات ہو گی۔ لک آفٹر یور سیلف۔"

سرفراز نے جیپ میں سوار ہو کر ڈرائیور کو چلنے کا اشارہ کیا۔ جیپ چل پڑی۔ سرفراز نے چلتی جیپ سے ہاتھ ہلا کر الوداع کہا۔

شام کا وقت تھا۔ میس کے اندر ایک کرسی پر میجر اشرف اکیلا بیٹھا تھا۔ اُس کے سامنے میز پہ لیمن سکواش کا بھرا ہوا گلاس رکھا تھا۔ وقتاً فوقتاً گلاس کو اُٹھا کر وہ ایک چھوٹا سا گھونٹ لیتا اَور اُسے میز پہ رکھ دیتا۔ بیرے اپنی کلف لگی وردیوں میں کھانے اور مشروبات

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے ٹرے اُٹھائے اِدھر سے اُدھر آ جا رہے تھے۔ شرفی اپنے سامنے دیکھ رہا تھا مگر اُس کی نظروں کے کنارے نواز کھوکھر پر مرکوز تھے جو کاؤنٹر کے ایک سٹول پہ بیٹھا پائن ایپل جوس کا گلاس ہاتھ میں تھامے، ساتھ بیٹھے ہُوئے ایک دُوسرے افسر سے باتیں کر رہا تھا۔ کچھ دیر پہلے وہ شرفی کے سامنے سے گزرتے ہوئے بولا تھا، "ہیلو سر، ہاؤ از لائف اِن کوئٹہ؟" اَور شرفی نے خوش خلقی سے اُس کا جواب دیا تھا۔ اب یہ نواز کھوکھر کا جوس کا دُوسرا گلاس تھا۔ اِسی دوران میں شرفی کا ایک سابقہ جونیئر افسر جس کی دُوسری یونٹ میں تبدیلی ہو چکی تھی، اُس کے پاس آ کر بیٹھ گیا اور شرفی سے معمول کی باتیں کرنے لگا۔ شرفی ہوں ہاں کر کے اُس کے جواب دے رہا تھا کہ اچانک اُس کا جسم تن گیا اَور اُس کے بازوؤں اَور کندھوں میں باریک سی، کپکپی نما لرزش دوڑ گئی، جیسے تاک میں بیٹھے کسی چیتے کا شکار اُس کی مار کے اندر آ گیا ہو۔ نواز کھوکھر اپنی جگہ سے اُٹھ کر ٹائلٹ کی طرف جا رہا تھا۔ جیسے ہی وہ ٹائلٹ میں داخل ہوا، شرفی "ایکسکیوزمی" کہہ کر اُٹھا اَور اُس کے پیچھے چل پڑا۔

ٹائلٹ کے دروازے کو اندر سے کنڈی نہ لگتی تھی۔ شرفی نے اندر داخل ہو کر اِدھر اُدھر دیکھا۔ ایک لمبے ہینڈل والا برش جو فرش صاف کرنے کے کام آتا تھا، دیوار کے ساتھ کھڑا تھا۔ شرفی نے وہ برش اُٹھا کر اُس کے ڈنڈے کو اندر کی جانب سے دروازے کے ہینڈل کے ساتھ یوں اٹکا دیا کہ باہر سے دروازہ آسانی سے نہ کھل سکے۔ نواز کھوکھر پتلون کے بٹن کھولنے میں مصروف تھا۔ اُس نے مڑ کر دیکھا تو شرفی اُس پہ نظریں جمائے اُس کی طرف بڑھتا آ رہا تھا۔ نواز نے چونک کر ہاتھ روک لئے۔ جب اُن کے درمیان دو قدم کا فاصلہ رہ گیا تو شرفی دوڑ کر اُس پر حملہ آور ہوا۔ شرفی اُسے دھکیلتا ہوا دیوار تک لے گیا۔ نواز کا سر اِس زور سے دیوار کے ساتھ ٹکرایا کہ اُسے چکر آ گیا۔ نواز بولنے کی کوشش کر رہا تھا مگر شرفی کی کلائی اُس کے نرخرے پر تھی، جسے وہ دبائے ہُوئے تھا۔ دُوسرے ہاتھ سے شرفی اُسے بار بار اپنی طرف کھینچتا، پھر اپنی کلائی کے پورے زور سے اُس کا سر دیوار کے ساتھ پٹختا جا رہا تھا۔ پیچھے سے نواز کا سر دیوار کی ساتھ چوٹ کھاتا اور آگے گردن پر دباؤ سے اُس کی سانس بند ہُوئی جا رہی تھی۔ ایک مِنٹ کے اندر نواز کی آنکھیں اُبل پڑیں۔ شرفی نے اُسے چھوڑ دیا۔ نواز دیوار کے ساتھ گھسٹتا ہوا وہیں پہ بیٹھ گیا اَور دونوں ہاتھ اپنے آگے زمین پہ رکھ کر سانس لینے کی کوشش کرنے لگا۔ اُسے اچھو پہ اچھو لگ رہا تھا۔ بری

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

طرح کھانستے کھانستے اُس نے قے کر دی۔ شرفی تیزی سے مڑ کر چل پڑا۔ دروازے پہ پہنچ کر وہ ایک بار پلٹا۔ نواز کھوکھر زمین پہ ہاتھ رکھے جھکا ہوا، سر اُٹھا کر اُسے دیکھ رہا تھا۔ اُس کی بے سمجھ آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ دروازے پر شرفی غصے سے لرزتی ہُوئی اُنگلی ہوا میں اُٹھا کر بولا، "آئی وِل گیٹ یو، یو بلڈی کیٹامائیٹ۔"

نواز کھوکھر کا پیشاب اُس کی پتلون کے اندر سے رِس رِس کر فرش پہ گر رہا تھا۔ شرفی دروازے سے اٹکا برش ایک طرف پھینک کر باہر نِکل گیا۔ میس کے اندر سے گزُر کر وہ باہر برآمدے میں جا کھڑا ہوا۔ اُس کے بدن میں ابھی تک ہلکی ہلکی کپکپی جاری تھی۔ پتلون کی جیبوں میں ہاتھ دیئے دور اندھیرے میں دیکھتے ہُوئے اُس کی نظر دھندلا گئی۔

گڈ بائی، ایم ایس،" اُس نے اپنے دِل میں کہا، "اینڈ گڈ لک۔"

کچھ دیر کے بعد جب اُس کا بدن ٹھہرا تو وہ میس میں پلٹ آیا اور بیرے کو کھانے کا آرڈر دے کر کرسی پہ جا بیٹھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

باب 23

اعجاز اَور سرفراز اپنے کھیتوں کے کِنارے کِنارے چلے جا رہے تھے۔

"تُمہاری مشین میری سمجھ میں نہیں آئی لالہ،" سرفراز نے کہا۔

چلتے چلتے اعجاز نے ایک نَو عمر شیشم کی ٹہنی سے بالشت بھر پتلی سی شاخ توڑی۔ چند قدم آگے جا کر وہ ایک خالی کھیت کی بنّی پر بیٹھ گیا۔

"یہ،" اُس نے شاخ کی مدد سے زمین پر لکیر کھینچی، "اِس کی درمیانی شافٹ ہے۔ اِس کے نچلے سِرے پر موٹر نصب ہو گی جو شافٹ کو چلائے گی۔ اگلے سِرے پر وہی پہلے والا سِسٹم چلے گا۔ صرف فرق یہ ہے کہ بیلنے کے رُولے اَور گیئر بھاری مشینی لوہے کے بنوانے پڑیں گے تاکہ موٹر کی رفتار کو سہار سکیں۔"

"صِرف؟" سرفراز مصنوعی حیرت سے بولا۔

اعجاز ہنس پڑا۔ "بھئی فرق تو ایک ہی ہے ناء کہ بیلوں کی جگہ پر موٹر چلے گی۔"

اعجاز کھیت کی مٹی میں لکیریں اَور دائرے کھینچ کر مشین کا نقشہ بنانے لگا۔ سرفراز اُس کے سامنے زمین پر اکڑوں بیٹھ گیا۔

"اِس کا فائیدہ کیا ہو گا؟" سرفراز نے پوچھا۔

"چار چھ دِن میں فصل پار ہو جائے گی۔"

"چار چھ دِن میں کٹائی ہو جائے گی؟"

"بندے بہُت مِل جائیں گے،" اعجاز نے تسلّی سے جواب دیا۔

"مشین لگوانے اَور بڑے کڑاہ خریدنے اَور کٹائی کے لِئے فالتو آدمی رکھنے پر جو خرچہ آئے گا وہ کیسے پورا ہو گا؟"

"ہمارا گُڑ شکر سب سے پہلے مارکٹ میں پہنچے گا،" اعجاز نے کہا، "اس کے منہ مانگے دام ملیں گے۔"

"گویا پروڈکشن نہیں بڑھے گی، صرف سپیڈ زیادہ ہو جائے گی۔"

"تُو نے تو پڑھ لکھ کے گنوا دیا ہے سرفراز،" اعجاز بولا، "یہ سپیڈ کا ہی تو زمانہ